پانیوں سے الگ

شمشیر حیدر

SALAM URDU

پہلے تو پانیوں سے رہی گفتگو مری
پھر یوں ہوا کہ آئنہ ایجاد ہو گیا

شمشیر حیدر
''دشتِ خواب''

SALAM URDU

پانیوں سے الگ

شمشیر حیدر

رُمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

کتاب : پانیوں سے الگ
صنف : شاعری
شاعر : شمشیر حیدر
رابطہ نمبر: 03005154612
Facebook/shamsheer.Haider
اہتمام : ارشد ملک
موسمِ اشاعت : 2015
انتخاب : حسن علی طاہر، حسن جمیل
ترتیب : رئیس عباس
تزئین : ندیم صدیقی، خاوری
سرورق : عثمان ضیاء
مطبع : فیض الاسلام پرنٹرز
قیمت : مبلغ -/250 روپے

رُمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز
اقبال مارکیٹ اقبال روڈ کمیٹی چوک راولپنڈی Ph:051 - 5551519

ڈسٹری بیوٹرز / اشرف بک ایجنسی کمیٹی چوک اقبال روڈ راولپنڈی فون: 051-5531610

معیاری اور خوبصورت کتاب چھپوانے کیلئے رابطہ کریں: (051-5551519)

اظہر نقوی مرحوم کے نام!

یہ کس کے جانے پہ بین کرتی ہیں چاندراتیں
یہ کس کے جانے پہ ہاتھ ملتے ہیں دن ہمارے

SALAM URDU

حرفِ سپاس

چیئرمین پی او ایف بورڈ لیفٹیننٹ جنرل محمد احسن محمود صاحب
جناب تبسم ریحان، جناب ظفر محمود ملک، جناب طالب انصاری
جناب ملک غلام حسین، ''واہ آرٹ اینڈ لٹریری فورم واہ کینٹ''

اظہارِ تشکر اور محبتیں

جناب ظفر اقبال، جناب ڈاکٹر خورشید رضوی،
جناب ڈاکٹر ناصر عباس نیّر، جناب اختر عثمان،
جناب منظر نقوی، رحمان حفیظ، اختر رضا سلیمی،
ضیاء المصطفیٰ ترک، توقیر عباس، سجاد بلوچ،
میثم نقوی، انیس رضا، حسیب حیدر اور غیور حیدر

فہرست

پیش لفظ	ڈاکٹر ناصر عباس نیر	11
کیوں نہ ہوا ایک در مرا سب کچھ		19
وہی سفر وہی صحرا دکھائی دیتا ہے		21
دِنوں سے کیسے شبوں میں ڈھلتے ہیں دن ہمارے		22
خوش گُن خبر کے دھوکے میں رکھا گیا مجھے		24
یہ رنجِ رایگانی ہی بہت ہے		26
دریا میں بھی کسی کے نہ احساں اٹھائیے		28
وقت ہر بار بدلتا ہوا رہ جاتا ہے		30
کوئی گُماں یا کوئی یقیں ہے کون ہے تُو		32
وہ عکس مجھ میں جنوں ساز رقص کرنے لگا		34
شہرِ ستم شعار نہ زخمِ دروں سے ہوں		35
زندگانی کا ہمیں پھر سے بنا سکتی ہے		37

جہانِ خوابِ مہرباں کی خیر ہو 39
اک نیند کی وادی سے گزارا گیا مجھ کو 40
شوقِ سفر میں طے وہ مراحل نہیں ہوئے 42
جنوب و مشرق و مغرب ترے شمال ترا 43
اس سے بڑھ کر اور کیا ہو آج بربادی مری 46
عذاب و کرب کا منظر دکھا رہے ہیں لوگ 47
جو کیف و جذب کی شدت مرے لہو میں ہے 48
صدیوں کے تعاقب میں لمحے نہیں جائیں گے 50
قریۂ درد میں سامانِ طرب تجھ سے ہے 52
اے آسمان ہم تری وسعت میں کھو گئے 53
جہانِ شوق میں اک دن یہ خواہشات مجھے 55
قریۂ وہم و گُماں سے مختلف 57
تُو جو چاہے تو پُرانے سے نیا ہو جاؤں 59
عشق رستہ عشق ہی منزل ہوا 61
عشق نے صدقِ جنوں کی یہ جزا دی ہے مجھے 63
کوئی وجد ہے نہ دھمال ہے ترے عشق میں 65
جب تلک شب کی حمایت نہیں جانے والی 67
سجے ہوئے بام و در سے آگے کی سوچتا ہوں 69
تجھ سے مل کر لگا جیسے پہلے بھی ہم مل چکے ہیں کہیں 71

یادِ خوش رنگ سے کچھ ایسے اُجالی میں نے	72
اے شوق ترے قریہء مدہوش میں آ کر	74
تری زمیں نہ ترے آسماں سے باہر ہوں	75
خواب میں ہے نہ کسی خواب کی تعبیر میں ہے	77
سراب و خواب کے آزار سے نکل جاؤں	79
خوش گُماں ہوں کہ بدگُماں ہوں میں	81
نہ منزلیں ہیں نظر میں نہ رہگزر کوئی	83
موج در موج مچلتا ہوا پانی رکھتا	85
رہی نہ منصب و جاگیر کی طلب دل میں	87
میں اکیلا ہوں یہاں کوئی نہیں میرے ساتھ	89
کسی غرض کسی غایت سے لوگ دیکھتے ہیں	91
حرفِ دعا کو لطفِ اثر مل نہیں سکا	93
ترے فریب، تری مہربانیوں سے الگ	95
دریا ہے نہ دریا سی روانی کوئی مجھ میں	97
مِرا یقین گُماں میں بدل نہیں سکتا	99
دل کے دھاگے میں کوئی یاد پرونا میرا	101
ہوا کے حکم کی تعمیل ہو رہی ہے یہاں	103
اپنا گھر معلوم نہیں	105
رہِ یقین سے ہٹ کے رہِ گماں پر ہوں	107

هوائے قریہء غفلت شعار میں کچھ دن 109

قریہء شب سے نمودار مجھے ہونا ہے 111

یہاں کا دن کوئی اپنا ہے اور نہ رات اپنی 113

زینتِ خاک نہیں رونقِ افلاک نہیں 115

کِھلا ہوا ہے گُلِ محبت یہی بہت ہے 117

وحشتِ جاں کے یہ اسباب مرے اپنے ہیں 119

کارِ اظہار تک رہا محدود 121

یہی نہیں کہ دعائیں اثر سے خالی ہیں 123

فریبِ رنجِ مسافت میں یاد آتا ہے 125

رنجِ ویرانی و وحشت سے بچاتے رہنا 127

SALAM URDU

پیش لفظ

پانیوں سے الگ شمشیر حیدر کی غزلوں کا دوسرا مجموعہ ہے۔دشت خواب ،ان کا پہلا مجموعہ ءغزل تھا جو ۲۰۰۸ء میں شایع ہوا تھا۔سات برسوں کے وقفے کے بعد وہ نسبتاً ایک مختصر مجموعہ شایع کررہے ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ انھوں نے ان سالوں میں بس لکھا ہی یہی کچھ ہے، یا لکھا زیادہ ہے ،اور اس مجموعے میں وہ اپنا منتخب کلام شامل کررہے ہیں۔خیر ،وجہ کچھ بھی ہو،اہم بات یہ ہے کہ اس کتاب کی بیش تر غزلیں پڑھتے ہوئے وہی مسرت ملی جو اچھی شاعری کی شناخت کی اوّلین دلیل ثابت ہوسکتی ہے۔یہ درست ہے کہ مسرت ایک داخلی وموضوعی کیفیت ہے، (جو شعر ایک شخص کو مسرت بخش محسوس ہوتا ہے، کسی دوسرے کے لیے بے زار کن ہوسکتا ہے، یا ایک ہی شخص ایک وقت میں ایک شعر پر سبحان اللہ کہہ سکتا ہے اور کسی دوسرے وقت اس پر دو

حرف بھیج سکتا ہے)اس لیے یہ خود ایک معروضی قدر نہیں بن سکتی ،مگر اس مسرت یا اپنی کسی موضوعی کیفیت کی بنیاد پر کسی متن کے معروضی تجزیے کا ڈول ضرور ڈالا جا سکتا ہے؛اس امکان کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ معروضی تجزیہ اس موضوعی کیفیت کے خلاف بھی استدلال قائم کرسکتا ہے ۔زیرِ نظر مجموعے کے نام کا انتخاب شاعر نے اپنی غزل کے اس شعر سے کیا ہے۔

مری زمیں مرا ایسا بھی جرم کیا ہے بتا
کہ پیاس میں بھی رہوں تیرے پانیوں سے الگ

کتاب کے ’نام‘ کے ذریعے مصنف اپنی بعض ترجیحات کا اعلان کرتا ہے۔ کتاب میں کئی موضوعات اور کئی مضامین پیش ہوتے ہیں۔ مصنف نام کا انتخاب کرتے ہوئے ،کسی خاص موضوع یا مضمون پر اصرار کرتا ہے۔ وہ کتاب کے نام کے ذریعے اپنے قارئین کو اس خاص موضوع یا مضمون کی طرف متوجہ کرتا ہے۔شمشیر حیدر بھی اپنے اس مجموعے کے قارئین کو اس بیگانگیت کی طرف خاص طور پر متوجہ کرنا چاہتے ہیں جس کا تجربہ ایک زمین زادہ کرتا ہے۔’اپنی ہی زمین کے پانیوں سے الگ کیے جانے‘ کا مضمون ہمیں واقعہ کربلا کی یاد دلاتا ہے۔دوسرے لفظوں میں مصنف اس زمانے میں اس زمین پر اپنے تجربے میں وہی بیگانگیت دیکھتے ہیں، جو ہمیں کربلا کے واقعے میں ایک بنیادی مؤقف کی صورت نظر آتی ہے۔حسینؑ اور اہل بیت بھی اپنی زمین پر اپنے ہی پانیوں سے الگ کردیے گئے تھے۔ یہ وطن میں جلاوطنی ،گھر میں دشت، آگہی میں آگہی کے التوا، شے کے تجربے میں شے کے شعور کی عدم موجودگی اور اپنے پانی کے ہوتے ہوئے پیاس جھیلنے کا تجربہ ہے۔یہی وجہ ہے کہ شمشیر کے اس

مجموعے کا مرکزی استعارہ 'دشت' ہے، جسے وہ اپنے کئی اشعار میں بار بار دہراتے ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ جیسے شاعر اپنے مختلف النوع تجربات کو دشت کے استعارے کی مدد سے منظّم کرتا ہے، یعنی غیر متجانس تجربات میں بعض مشترک و متجانس عناصر کو کارفرما دیکھتا ہے۔ اس کا مفہوم یہ نہیں لیا جانا چاہیے کہ شاعر لفظ دشت کی ناگوار تکرار کرتا ہے۔ دشت کو استعارہ بنانے کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ اس کے لغوی معنی کو معرضِ التوا میں رکھ کر اسے نئے معانی کی تخلیق و ترسیل کا ذریعہ بناتا ہے۔ کہیں اس لفظ کی معنوی مناسبتوں، جیسے عشق، وحشت، رنجِ مسافرت، بے گھری، مہجوری، شعلہ، سراب، ہوا، چراغ وغیرہ کو بروئے کار لایا گیا ہے، اور کہیں دشت کی ترکیبیں استعمال کی گئی ہیں۔ اس امر کا احساس خود شاعر کو ہے کہ اسے دشت سے جو کچھ حاصل ہوا ہے، اسے معرضِ اظہار میں لانا مشکل ہے؛ وہ ایک ایسی یافت ہے جو لفظ کی گرفت سے پھسل پھسل جاتی ہے؛ ایک انوکھا، نیا، حیرت زا، نئی دنیا میں لے جانے والا تجربہ ہے، جس کی حرارت سے لفظ پگھلنے لگتے ہیں، اور اظہار کے عام سانچے بے بس محسوس ہوتے ہیں:

چاہوں بھی تو میں بتا سکتا نہیں
دشت سے جو کچھ مجھے حاصل ہوا

دشت کا حاصل وہی ہے جو غم کا حاصل ہوتا ہے، یعنی غم کی ملکیت۔ شاعر اپنے تخلیقی عمل کے دوران میں دشت سے گریزاں ہونے کی بجائے، اس کی ملکیت حاصل کرتا ہے، اس کی وحشت، اس کے سراب، اس کے شعلوں، اس کے رنجِ مسافرت کی آگہی کو اپنی ملک بناتا ہے؛ اس کے پس منظر میں موجود روایت اور اس

پانیوں سے الگ

روایت میں مضمر معانی کا چراغ ہاتھ میں تھامے ،اپنی حیات کے مجموعی تجربے کی تاریکیوں میں اترتا ہے۔ یہ شعراسی بات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

یہ ترا شہر نہیں ہے کہ میں سمٹا ہی رہوں
دشت میں سب ادب آداب مرے اپنے ہیں

دشت کی ملکیت ہی اس یقین کو پیدا کرتی ہے کہ 'سب ادب آداب میرے ہیں'۔ دشت کے حوالے ہی سے چند اشعار مزید دیکھیے:

دل جو اک دشت ہے پھر شہر سا ہوجائے گا
تیری یادیں جو کوئی روز رہیں میرے ساتھ

......

دشتِ طلب میں دولتِ اسباب کے بغیر
کس خشک و تر کے دھوکے میں رکھا گیا مجھے

......

سرِ دشت محوِ تلاشِ منزلِ آگہی
کوئی آپ اپنی مثال ہے ترے عشق میں

......

جتنی آبادیاں مجھ میں ہیں فنا ہوجائیں
دشت میں جاؤں تو پھر دشت نما ہو جاؤں

دشت نفیِ مسلسل ہے، گھر کی نفی، شہر کی نفی، آبادی کی نفی، پانی کی نفی۔ دشت مسلسل تنہائی ہے، مسلسل پیاس ہے، مسلسل سراب کا ، یعنی خیال کا سفر

ہے۔شمشیر کی غزلوں میں ہمیں حقیقی حسی اشیا سے دوری اور خیال وشعور کی دنیا میں سفر کا مضمون مسلسل ملتا ہے۔ چناں چہ بدن،لہو، ہوس، گھر،مٹی جیسے استعارے نہیں ملتے؛ان کی جگہ ہوا، آسماں،نظر،وہم وگماں ،یاد،دھوکہ، آگ ،سفر،روشنی کی قبیل کی لفظیات ملتی ہیں۔ بلاشبہ یہ لفظیات معاصر اردو غزل کی معروف لفظیات ہیں۔اس بنا پر شمشیر حیدر کو ایک بڑے شعری چیلنج کا سامنا بھی ہے۔معاصر اردو غزل کا ایک بڑا مسئلہ (بلکہ اسے المیہ کہنا چاہیے) یہ بھی ہے کہ اس میں ہمیں یکساں نوعیت کے مضامین اور ایک جیسی لفظیات ملتی ہیں۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس زمانے کی غزل کے شاعر ایک طرح سے سوچتے ہیں۔اصل یہ ہے کہ سوچتے ہی نہیں؛ ایک دوسرے کے خیالات واسالیبِ اظہار کی جگالی کرتے ہیں۔گزشتہ سالوں میں سب سے زیادہ ظفر اقبال کی غزل کی جگالی کی گئی ہے۔راقم کی تو یہ رائے ہے کہ نئے شاعروں نے ظفر اقبال سے سیکھا کم ہے،اوران کے شعری حاصلات پر ہاتھ زیادہ صاف کیا ہے۔ نئے شاعر بلاشبہ بڑے شاعروں سے ایک بات سیکھتے ہیں کہ کیسے کسی اور کے اسلوب کی تقلید سے بچنا ہے ؛ایک نئے خیال کی تخلیق کس طرح خود کرنی ہے،خواہ یہ خیال کس قدر معمولی ہی کیوں نہ ہو،مگراس پر دستخط شاعر کے اپنے ہوں؛ بڑے شاعر سے نئے شاعر یہ بھی سیکھتے ہیں کہ کیسے اس انبوہ میں اپنی آواز کا جادو جگانا ہے ، جو ماقبل شعرا کی صورت موجود ہوتا ہے ،اور اپنے شعر میں اس حیرت کو کیوں کر پیدا کرنا ہے ،جو عشق کے اوّلین تجربے سے ملتی جلتی ہے،اور جو آدمی کو احساس وخیال کی یکسر نئی ، نامانوس دنیا میں پہنچاتی ہے۔شمشیر حیدر اس شعری چیلنج سے کیوں کر عہدہ برأ ہوں گے، یہ تو آنے والا وقت بتائے گا،تاہم ان کے زیرنظر مجموعے کے مطالعے سے یہ بات ہم پورے اعتماد کے ساتھ کہ سکتے ہیں کہ ان کے یہاں مختلف النوع تجربات

میں مماثلات تلاش کرنے کی وہ خصوصیت موجود ہے جو ان کے معاصرین میں بہت کم لوگوں کے یہاں نظر آتی ہے۔ کہنے کا مقصود یہ ہے کہ ہرچند ان کی لفظیات معاصر اردو غزل کی معروف لفظیات ہیں، مگر انھیں اس طور برتا گیا ہے کہ یہ سب، شاعر کے ایک مرکزی تجربے کی تشکیل و ترسیل کرتی محسوس ہوتی ہیں۔ یہ عمل 'دوسرے' اور 'غیر' کو اپنانے (Adaptation) کا ہے۔ اس عمل کو اگر ہم شمشیر حیدر کے بیگانگیت کے اس مضمون کے تناظر میں دیکھیں، جس سے ہم نے اس تحریر کا آغاز کیا ہے تو اس کی صحیح معنویت ہمیں سمجھ میں آسکتی ہے۔ یعنی شاعر جس بیگانگیت کا مضمون پیش کرتا ہے، اس کا رشتہ ایک مذہبی تاریخی روایت سے ہے، یعنی وہ بیگانگیت ایک 'مانوس بیگانگیت' ہے۔ اس 'مانوس بیگانگیت' کو، اس پیراڈاکس کو شاعر ان معروف و مانوس لفظیات میں پیش کرتا ہے جو حقیقتاً شاعر کے لیے 'غیر' کا درجہ رکھتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شمشیر حیدر کی غزلیں پڑھتے ہوئے ہمارا دھیان زیادہ سے زیادہ ان غزلوں میں ظاہر ہونے والے ایک مرکزی تجربے اور اس کی اطراف کی سمت رہتا ہے۔ یہ کہنا بھی شاید کچھ غلط نہیں ہوگا کہ ان کی غزل میں نظم کے مماثل تجربے کی ڈھیلی ڈھالی وحدت پائی جاتی ہے۔ کچھ غزلیں تو کلاسیکی نظم کی مانند ایک خیال کو تسلسل و ربط و تکرار کے ساتھ پیش کرتی محسوس ہوتی ہیں۔ مثلاً جس غزل کا مطلع:

'سجے ہوئے بام و در سے آگے کی سوچتا ہوں
میں گھر بنا کر بھی گھر سے آگے کی سوچتا ہوں'

اس میں وہی مرکزی خیال نظمیہ انداز میں پیش ہوا ہے، جو گھر میں بے گھری و دشت، وطن میں جلاوطنی اور شے کے تجربے کے دوران میں شے کے شعور

پانیوں سے الگ

سے ماورا ہونے' سے عبارت ہے۔ یہ صورت اسی وقت پیدا ہونا شروع ہوتی ہے جب شاعر کے پاس کچھ خاص، اپنی ، قطعی نجی نوعیت کی تشویش ہو، جو اس کے کلیجے کو اسی طرح چباتی ہو، جس طرح انسانوں کے لیے آگ چرانے والے اور چٹان سے بندھے پرومیتھیس کا کلیجہ چیل چباتی تھی۔ اگر کسی تخلیق کار کے یہاں اس کی تشویش ،چیل کی طرح بے رحم ہوسکے تو اس سے بڑھ کر کوئی نعمت اس کے لیے کیا ہوسکتی ہے!

امید ہے کہ اہل نظر شمشیر حیدر کے اس مجموعے کا استقبال اس گرم جوشی سے کریں گے، جس کا یہ مستحق ہے۔

ناصر عباس نیرّ

۲۵/جنوری ۲۰۱۵ء، لاہور

مری زمیں مرا ایسا بھی جرم کیا ہے بتا؟
کہ پیاس میں بھی رہوں تیرے پانیوں سے الگ

کیوں نہ ہو ایک در مرا سب کچھ
جب یہیں سے مجھے مِلا سب کچھ

سبز گنبد جو دھیان میں آیا
ہو گیا ہے ہرا بھرا سب کچھ

اک وسیلہ ہے باعثِ برکت
جو بھی سوچا تھا مِل گیا سب کچھ

قریۂ دل میں روشنی ہوئی تو
ہو گیا ہے نیا نیا سب کچھ

بس ذرا مانگنے کا ڈھب ہو تو
پَل میں کر دیں گے وہ عطا سب کچھ

جس نے سب کچھ لُٹا دیا تجھ پر
اُس نے دراصل پا لیا سب کچھ

مجھ کو بینائی تُو نے دی ورنہ
دیکھ کر بھی نہ دیکھتا سب کچھ

وہی سفر وہی صحرا دکھائی دیتا ہے
حسینؑ آج بھی تنہا دکھائی دیتا ہے

جو اِک چراغ ہوا تھا سرِ سناں روشن
یہ سب اسی کا اُجالا دکھائی دیتا ہے

کوئی بھی ہو، وہ کہیں کا بھی رہنے والا ہو
تجھے پکارے تو اپنا دکھائی دیتا ہے

نظر کے ساتھ جو دل سے بھی دیکھ سکتا ہو
اُسی اُسی کو یہ رستہ دکھائی دیتا ہے

کبھی جو پیاس کا شمشیر ذکر کرتا ہوں
تو لفظ لفظ میں دریا دکھائی دیتا ہے

دِنوں سے کیسے شبوں میں ڈھلتے ہیں دن ہمارے
یہ ہم بدلتے ہیں یا بدلتے ہیں دن ہمارے

جو کٹ گیا ہے سفر ابھی تک نہیں ہمارا
خبر نہیں اور کتنا چلتے ہیں دن ہمارے

یہ کِس کے جانے پہ بین کرتی ہیں چاند راتیں
یہ کِس کے جانے پہ ہاتھ ملتے ہیں دن ہمارے

شبیں جہاں اپنی حکمرانی کا سوچتی ہیں
چراغ بن کر وہیں پہ جلتے ہیں دن ہمارے

جہاں سے آتی ہے مسکراہٹ ترے لبوں کی
وہیں سے روتے ہوئے نکلتے ہیں دن ہمارے

جوان ہو کر بھی بچپنے کا حصار کیوں ہے
اُنہی کھلونوں سے کیوں بہلتے ہیں دن ہمارے

SALAM URDU

خوش کُن خبر کے دھوکے میں رکھا گیا مجھے
شب بھر سحر کے دھوکے میں رکھا گیا مجھے

اُڑنے کا اختیار کہاں میرے پاس تھا
بس بال و پر کے دھوکے میں رکھا گیا مجھے

گھر اور گھر کے خواب سے ہجرت کے بعد بھی
کیوں بام و در کے دھوکے میں رکھا گیا مجھے

ہر شب مجھے دکھائی گئی منزلوں کی راہ
ہر دن سفر کے دھوکے میں رکھا گیا مجھے

آئینہ کوئی رکھا گیا میرے روبرو
یا تُجھ نظر کے دھوکے میں رکھا گیا مجھے

کیوں کر ابھی کُھلا نہیں فرقِ قبول و رد
کیوں خیر و شر کے دھوکے میں رکھا گیا مجھے

دشتِ طلب میں دولتِ اسباب کے بغیر
کس خشک و تر کے دھوکے میں رکھا گیا مجھے

تعبیرِ خوابِ عُمر میں خوابِ طرب کے بعد
خوابِ دِگر کے دھوکے میں رکھا گیا مجھے

شعر و سخن کے نام پہ شمشیر ایک عمر
حرف و ہنر کے دھوکے میں رکھا گیا مجھے

یہ رنجِ رائیگانی ہی بہت ہے
محبت کی نشانی ہی بہت ہے

ترے صحرا کی جتنی پیاس بھی ہو
مری آنکھوں کا پانی ہی بہت ہے

پرندوں کے مصائب مت سناؤ
مجھے میری کہانی ہی بہت ہے

نئے ماحول میں بھی دل خفا تھا
یہ دنیا تو پرانی ہی بہت ہے

تمہیں برباد کرنے کو تمہارا
خمارِ حکمرانی ہی بہت ہے

دیے کیسے بھلائیں گے ہوا کو
ہوا کی مہربانی ہی بہت ہے

مجھے حیرت سے دریا کیوں نہ دیکھے
طبیعت میں روانی ہی بہت ہے

❁❁❁

(نذرِ غالب)

دریا میں بھی کسی کے نہ احساں اٹھائیے
لہروں سے خوابِ زیست کے امکاں اٹھائیے

اک دشتِ ہجر دل میں بسا لیجے اور پھر
شہروں میں رہ کے لطفِ بیاباں اٹھائیے

دل ہے یہ میرا دل ہے ، سرائے نہیں کوئی
چلیے ، یہاں سے اپنا یہ ساماں اٹھائیے

پہلے سے بڑھ کے آنے لگا یاد اب کوئی
کس نے کہا تھا میز سے گلداں اٹھایئے

سورج تو کب کا آ کے یہاں جلوہ ریز ہے
سوئے پڑے ہیں اب بھی جو مہماں اٹھایئے

ملیے تو اس طرح کہ بچھڑنے کا ڈر نہ ہو
یا ساری عمر لذتِ ہجراں اٹھایئے

۞۞۞

SALAM URDU

وقت ہر بار بدلتا ہوا رہ جاتا ہے
خواب تعبیر میں ڈھلتا ہوا رہ جاتا ہے

تجھ سے ملنے بھی چلا آتا ہوں ملتا بھی نہیں
دِل تو سینے میں مچلتا ہوا رہ جاتا ہے

ہوش آتا ہے تو ہوتی ہے کماں اپنی طرف
اور پھر تیر نکلتا ہوا رہ جاتا ہے

کارِ دنیا کی طرح کارِ محبت بھی یہاں
کام ہے کام ، سو چلتا ہوا رہ جاتا ہے

دیکھ کر آئینے سے اتنے مراسم تیرے
ہاتھ اپنے کوئی ملتا ہوا رہ جاتا ہے

تُم تو بادل کی طرح آتے ہو اُڑ جاتے ہو
دشت مجھ میں مرا جلتا ہوا رہ جاتا ہے

کوئی گُماں یا کوئی یقیں ہے کون ہے تُو
مجھ میں یوں جو خواب نشیں ہے کون ہے تُو

جسم و جاں کے سب موسم تبدیل ہوئے
دِل ہے یا شاداب زمیں ہے کون ہے تُو

سائے جیسا ہے سب تیرا چال چلن
پَل میں ساتھ ہے پَل میں نہیں ہے کون ہے تُو

میں رہتا ہوں یا تُو مجھ میں رہتا ہے
میرا مکاں یا میرا مکیں ہے کون ہے تُو

بھول گئے ہیں سب منظر ، سب موسم ، پر
تیرا چہرہ ذہن نشیں ہے کون ہے تُو

تجھ سے مِلنا خود سے مِلنے جیسا ہے
اتنا فسردہ ، اتنا حزیں ہے کون ہے تُو

SALAM URDU

وہ عکس مجھ میں جنوں ساز رقص کرنے لگا
میں آئنے کی طرح ٹوٹنے بکھرنے لگا

شبِ الم ہے ستاروں سے ہمکلامی ہے
اسی بہانے سفر خیر سے گزرنے لگا

میں تم سے دور ہوا ہوں تو مصلحت ہے کوئی
یہ مت سمجھنا کہ مل کے نشہ اترنے لگا

نہیں رہی ترے نقشِ قدم کی باس یہاں
یہ راستہ تری یادوں سے اب سنورنے لگا

شہرِ ستم شعار نہ زخمِ دروں سے ہوں
وحشت زدہ میں جتنا دلِ پُرسکوں سے ہوں

ہجرت میں بھی نہ بھولے مجھے اپنے بام و در
لپٹا ہوا میں آج بھی گھر کے ستوں سے ہوں

کچھ دن سے اپنے درد کا چرچا نہیں ہوا
دنیا سمجھ رہی ہے کہ میں اب سکوں سے ہوں

منظر میں دلفریب ہوں دل سوختہ نہیں
اوجھل نہ جانے کیوں تری چشمِ فسوں سے ہوں

شہرِ خرد میں واپسی ممکن نہیں رہی
مانوس اتنا ان دنوں دشتِ جنوں سے ہوں

شمشیر ایسے میر کے نوحے رلاتے ہیں
لگتا ہے جیسے میں کسی شہرِ زبوں سے ہوں

SALAM URDU

زندگانی کا ہمیں پھر سے بنا سکتی ہے
اک محبت ہے جو دنیا سے مِلا سکتی ہے

شام اے ڈھلتی ہوئی شام بتا دے سب کچھ
اُس کے بارے میں تُو جتنا بھی بتا سکتی ہے

گُلِ خوش رنگ تجھے دیکھنا لازم تو نہیں
تیری خوشبو تری تصویر بنا سکتی ہے

کشتیء جاں میں تجھے پار لگا سکتا ہوں
سوچ لے کیا تُو مرا بوجھ اٹھا سکتی ہے

اپنی تصویر بھی جاتے ہوئے مجھ سے لے جا
میرے دریا یہ مری پیاس بڑھا سکتی ہے

شاد و آباد شجر پَل میں اُجڑ سکتے ہیں
ایک آہٹ بھی پرندوں کو اُڑا سکتی ہے

میرے حُلیے سے مرا نرخ لگانے والے
تیری دنیا مری مٹھی میں سما سکتی ہے

جہانِ خوابِ مہرباں کی خیر ہو
مرے زمین و آسماں کی خیر ہو

ہوا کا رنگ ڈھنگ ہی کچھ اور ہے
دعا کرو کہ آشیاں کی خیر ہو

وہ چاہتا ہے اپنی اک سلامتی
میں چاہتا ہوں کارواں کی خیر ہو

جہاں ہے تیرگی وہاں ہو روشنی
جہاں ہے روشنی وہاں کی خیر ہو

یہ جذب و کیف یوں ہی مستقل رہیں
دعا ہے دل کے آستاں کی خیر ہو

اک نیند کی وادی سے گزارا گیا مجھ کو
پھر خواب کی دہلیز پہ مارا گیا مجھ کو

دل ہوں سو کسی چشم کے احسان ہیں سارے
ہاتھوں سے بنایا نہ سنوارا گیا مجھ کو

رکھ دی گئی پہلے مرے سینے میں وہ خوشبو
پھر عشق کے رنگوں سے نکھارا گیا مجھ کو

اِن پیڑوں سے یوں ہی تو میں لپٹا نہیں آ کر
محسوس ہوا جیسے پکارا گیا مجھ کو

آباد فضاؤں کے بہت خواب دکھا کر
ویران جزیروں میں اُتارا گیا مجھ کو

اُس کھیل کا آغاز کوئی دیکھتا آ کر
جِس کھیل کے انجام پہ ہارا گیا مجھ کو

سبزے کی طرح اُگتا ہوا دیکھے گی دنیا
جس روز بھی مٹی میں اتارا گیا مجھ کو

❁❁❁

شوقِ سفر میں طے وہ مراحل نہیں ہوئے
میرے جو خواب تھے مری منزل نہیں ہوئے

تیرے علاوہ جتنے مناظر تھے سب کے سب
آنکھوں تک آئے خون میں شامل نہیں ہوئے

مِل جائے اُن کا پَھل تو مقدر کی بات ہے
وہ پیڑ جن کے سائے بھی حاصل نہیں ہوئے

آپس میں اختلاف تو ہوتے رہے کئی
پر ایک دوسرے سے بُرے دل نہیں ہوئے

روشن ہیں کچھ ابھی بھی سرِ شہرِ آرزو
سارے دیے ہواؤں سے غافل نہیں ہوئے

SALAM URDU

جنوب و مشرق و مغرب ترے شمال ترا
میں کیا کروں مرے چاروں طرف ہے جال ترا

جہانِ سنگ صفت سے یہ کیسی امیدیں
کرے گا کون یہاں آئنے ملال ترا

یہ لوگ جانے کِدھر سے جواب لے آئے
چھپایا خود سے بھی میں نے ہر اک سوال ترا

میں اپنے قافلے والوں سے جا مِلوں لیکن
کھڑا ہے راستہ روکے ابھی خیال ترا

بچھڑنے والے میں تیری طرح تو رویا نہیں
مگر جو حال مرا ہے نہیں وہ حال ترا

میں دشتِ ہجر سے گزرا تو اس کے بعد کہیں
مری دعاؤں کی زینت بنا وصال ترا

چراغ تُو مرے سورج سے مِلتا جُلتا ہے
وہی عروج ہے تیرا ، وہی زوال ترا

اِس سے بڑھ کر اور کیا ہو آج بربادی مری
چھن گئی مجھ سے متاعِ خوئے آزادی مری

نیند کی دیوی کہیں مِل جائے تو پوچھوں اُسے
کیوں خفا رہتی ہو اکثر مجھ سے شہزادی مری

پاگلوں کی طرح مجھ کو ڈھونڈتی ہے چار سُو
شامِ وحشت ہو گئی ہے کس قدر عادی مری

قریۂ جاں سے کسی ویراں جزیرے کی طرف
مجھ سے بھی اوجھل ہے اب تک ایک آبادی مری

کون ہے دشتِ جہاں میں اس قدر دل کے قریں
کس کو پل پل ڈھونڈتی ہے روح فریادی مری

میں کھڑا ہوں سامنے اُس کے مگر خاموش ہوں
مجھ سے پہلے دھڑکنوں نے بات پہنچا دی مری

SALAM URDU

عذاب و کرب کا منظر دکھا رہے ہیں لوگ
یہیں کہیں مرا گھر تھا بتا رہے ہیں لوگ

میں چپ رہا بھی تو دل گنگنائے گا میرا
مری بنائی ہوئی دُھن میں گا رہے ہیں لوگ

خوشی کو بھی تو خوشی کھینچتی ہے اپنی طرف
جو ہنس رہے تھے انہی کو ہنسا رہے ہیں لوگ

جو کیف و جذب کی شدت مرے لہو میں ہے
ازل سے ایک محبت مرے لہو میں ہے

میں دیکھنے سے اُسے کیسے باز آ جاؤں
مرے جنوں یہ ضرورت مرے لہو میں ہے

اِسی لیے مری بنتی نہیں اندھیروں سے
کہ روشنی کی روایت مرے لہو میں ہے

میں چاہوں بھی تو کبھی جھوٹ بول سکتا نہیں
مرے بڑوں کی شباہت مرے لہو میں ہے

نجانے کون مسافر ہوں پا شکستہ سا
نجانے کونسی ہجرت مرے لہو میں ہے

ملا تو میں اسے پہچان لوں گا لمحوں میں
کہ اس کی شکل و شباہت مرے لہو میں ہے

یہ دل بھی جی اٹھے کچھ دیکھ کر کہیں یک دم
شروع دن سے یہ حسرت مرے لہو میں ہے

صدیوں کے تعاقب میں لمحے نہیں جائیں گے
جائیں گے جہاں تک ہم رستے نہیں جائیں گے

گو دشت نوردی کو ہم سیر سمجھتے ہیں
لوٹیں گے تو چہرے بھی دیکھے نہیں جائیں گے

سب ریت کی دیواریں گر جائیں گی لمحوں میں
لیکن مرے دریا تو روکے نہیں جائیں گے

بیکار مشاغل میں کیوں خود کو گنواتے ہو
ٹوٹے ہوئے آئینے جوڑے نہیں جائیں گے

کوئی بھی مناظِر ہوں کوئی بھی زمانہ ہو
پیڑوں سے پرندوں کے قصے نہیں جائیں گے

تم چاہو تو دن اپنے لمحوں میں بدل جائیں
ورنہ کبھی مجھ سے تو بدلے نہیں جائیں گے

کچھ ایسے بھی لوگوں سے شمشیر مراسم ہیں
جو شہر سے جا کر بھی دل سے نہیں جائیں گے

قریۂ درد میں سامانِ طرب تجھ سے ہے
ایسے عالم میں بھی خوش ہوں تو یہ سب تجھ سے ہے

تجھ سے ناراض نہیں خود سے خفا رہتا ہوں
جو شکایت مجھے خود سے رہی کب تجھ سے ہے

عکس روشن ہے ترا صورتِ مہتاب یہاں
کتنا آباد یہ آئینۂ شب تجھ سے ہے

پیاس ایسی ہے کہ پانی سے جو بجھتی ہی نہیں
جو تعلق مرا دریا سے تھا اب تجھ سے ہے

تجھ سے لفظوں کے پرندوں نے اُڑانیں سیکھیں
شعر کہنے کا یہ انداز یہ ڈھب تجھ سے ہے

اے آسمان ہم تری وسعت میں کھو گئے
دیکھا تجھے تو اور بھی حیرت میں کھو گئے

تُو سامنے ہے پھر بھی کہیں سامنے نہیں
ہم تو ابھی سے ہجر کی لذت میں کھو گئے

اُن کے لیے بھی ہو کوئی تعبیر کی نوید
جو لوگ تیرے خوابِ رفاقت میں کھو گئے

دنیا تلاش کرتی رہی صبح میں ہمیں
اے شامِ دشت ہم تری وحشت میں کھو گئے

واپس درِ یقین پہ آئیں تو کس طرح
ہم جو کسی گمان کی جنت میں کھو گئے

اُس نے کچھ اور سوچ کے ہونے دیا قریب
ہم تھے کہ اُس بدن کی حرارت میں کھو گئے

SALAM URDU

جہانِ شوق میں اک دن یہ خواہشات مجھے
نیا زمانہ دکھائیں گی تیرے ساتھ مجھے

اِک اضطرابِ مسلسل رہے گا سینے میں
سنبھلنے دیں گے نہ دِل کے معاملات مجھے

میں خود میں ہوتے ہوئے بھی نہیں رہا خود میں
کہاں سے لایا کہاں انتشارِ ذات مجھے

سمٹ گیا ہوں تو نقطہ دکھائی دیتا ہوں
کبھی تو مٹھی میں لگتی تھی کائنات مجھے

تری طرف ہوں روانہ میں اک جنوں کے ساتھ
نہ روک پائیں گے دنیا کے حادثات مجھے

ہوا سے کوئی تعلق نہیں مِرا ، پھر بھی
اُڑائے پھرتی ہے مدت سے اپنے ساتھ مجھے

اِدھر اُدھر کی یہ سب گفتگو ہے لاحاصل
جو ہو سکے تو بتا اپنے دِل کی بات مجھے

قریۂ وہم و گُماں سے مختلف
اک جہاں ہو اس جہاں سے مختلف

خطۂ دل میں وہی رائج ہوئی
جو زباں تھی ہر زباں سے مختلف

مختلف تیری زمیں سے ہے زمیں
آسماں بھی آسماں سے مختلف

داستاں کچھ اور تھی لیکن یہاں
ہو گئی طرزِ بیاں سے مختلف

تیری خوشبو میرے چاروں اور ہے
اب خزاں ہے ہر خزاں سے مختلف

درد کے اظہار کا اک راستہ
دل میں ہے آہ و فغاں سے مختلف

تُو جو چاہے تو پُرانے سے نیا ہو جاؤں
میں شجر سوکھا ہوا پَل میں ہرا ہو جاؤں

جتنی آبادیاں مجھ میں ہیں فنا ہو جائیں
دشت میں جاؤں تو پھر دشت نما ہو جاؤں

جانے آدابِ اسیری تھے کہ آدابِ وفا
میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ رہا ہو جاؤں

جرم ثابت ہے تو پھر اتنی بھی تاخیر ہے کیوں
آپ ہی اپنے لیے کوئی سزا ہو جاؤں

زندگی میرے حوالے سے بہت خواب نہ دیکھ
میں کہ اپنا نہ ہوا کیسے ترا ہو جاؤں

کوئی غم ہوں تو رہوں دل کے نہاں خانے میں
کوئی جذبہ ہوں تو لفظوں میں ادا ہو جاؤں

❁❁❁

SALAM URDU

عشق رستہ عشق ہی منزل ہوا
یوں سفر مشکل سے بھی مشکل ہوا

آئنے سے آئے گی آواز جب
میں بھی سمجھوں گا کسی قابل ہوا

چاہوں بھی تو میں بتا سکتا نہیں
دشت سے جو کچھ مجھے حاصل ہوا

میں نے ہی خود کو دکھائیں منزلیں
میں ہی اپنی راہ میں حائل ہوا

دے مجھے مجھ سی کوئی تعبیر بھی
خواب میرا خوابِ آب و ِگل ہوا

ہو گیا وحشت کدہ آباد کچھ
زندگی میں درد جب شامل ہوا

قربتوں کی انتہا مانگی تو وہ
روح بن کر جسم میں داخل ہوا

عشق نے صدقِ جنوں کی یہ جزا دی ہے مجھے
جو نہ دیکھی تھی وہ دنیا بھی دکھا دی ہے مجھے

یہ شجر ہے کہ ترا خواب ہے کوئی جس نے
شدتِ حبس میں بھی تازہ ہوا دی ہے مجھے

اپنے اندر سے ہی آواز یہ آئی ہو گی
کون ہے ورنہ یہاں، کس نے صدا دی ہے مجھے

حیرت و کرب سے ہر آئنے کو دیکھتا ہوں
وقت نے آج مِری شکل بھلا دی ہے مجھے

اک نئی زندگی پا کر میں بہت نازاں تھا
میں تو سمجھا تھا کسی نے یہ دعا دی ہے مجھے

یہاں آ کر بھی ہوں میں نامکمل
سو کوئی اور ہجرت چاہتا ہوں

مجھے خوشیاں یہاں پر بانٹنی ہیں
درختوں سی طبیعت چاہتا ہوں

کوئی وجد ہے نہ دھمال ہے ترے عشق میں
مرا دل کہ وقفِ ملال ہے ترے عشق میں

یہ جو خواب میں بھی ہے خواب کیف و سرور کا
ترے عشق کا ہی کمال ہے ترے عشق میں

میں نکل ہی جاؤں گا وحشتوں کے حصار سے
یہ تو سوچنا بھی محال ہے ترے عشق میں

سرِ دشت محوِ تلاشِ منزلِ آگہی
کوئی آپ اپنی مثال ہے ترے عشق میں

یہ جو راکھ ہوتا پتنگ ہے مرے سامنے
یہی رنگِ شوقِ وصال ہے ترے عشق میں

تجھے مِل کے خود سے بھی مِل رہا ہوں میں شوق سے
مرا خود سے ربط بحال ہے ترے عشق میں

کئی دن سے ہیں مری ہمسفر نئی حیرتیں
یہ عروج ہے کہ زوال ہے ترے عشق میں

❁❁❁

جب تلک شب کی حمایت نہیں جانے والی
میرے اطراف سے وحشت نہیں جانے والی

دل کے آئینے سے یہ گرد اتاری جائے
صرف باتوں سے کدورت نہیں جانے والی

زخم بھرنے پہ بھی یہ درد رہے گا تازہ
اب کسی طور اذیت نہیں جانے والی

تیرے اصرار پہ اُس سمت بھی جا سکتا ہوں
جس طرف اپنی طبیعت نہیں جانے والی

بجھ گئے سارے دیے پھر بھی ہوا ہے موجود
یہ بلا تو کسی صورت نہیں جانے والی

میری مٹی میں تو شامل ہے تمہاری خوشبو
میری مٹی سے محبت نہیں جانے والی

اٹھ ہی جاتی ہے نظر آئنے تیری جانب
زندگی بھر کی یہ عادت نہیں جانے والی

❁❁❁

سجے ہوئے بام و در سے آگے کی سوچتا ہوں
میں گھر بنا کر بھی گھر سے آگے کی سوچتا ہوں

کہیں اندھیرے میں جا بسوں گا چراغ بن کر
میں تیرے شمس و قمر سے آگے کی سوچتا ہوں

تجھے سمندر سے کچھ نہیں اور لینا دینا
مگر میں لعل و گہر سے آگے کی سوچتا ہوں

دکھائی دیتا ہے اور اک حیرتوں کا منظر
میں جب بھی ان بحر و بر سے آگے کی سوچتا ہوں

یہ لوگ تو سرسری تجھے دیکھتے ہیں اور میں
جمالِ حیرت اثر سے آگے کی سوچتا ہوں

جو دیکھتا ہوں اُسی کو منزل نہیں سمجھتا
کہ میں سرابِ نظر سے آگے کی سوچتا ہوں

تری نظر صرف راستے پر ہے اور میں تو
سفر میں رہ کر سفر سے آگے کی سوچتا ہوں

کبھی میں شام و سحر کو منزل سمجھتا ہوں اور
کبھی میں شام و سحر سے آگے کی سوچتا ہوں

تجھ سے مل کر لگا جیسے پہلے بھی ہم مل چکے ہیں کہیں
جیسے پہلے بھی جو دن گزرتے رہے، عشق کرتے رہے

اے گُلِ خوشنما تجھ سے دوری میں بھی، ناصبوری میں بھی
تیری خوشبو بہت یاد کرتے رہے، عشق کرتے رہے

تجھ نظر میں ہے آئینہ داری بہت سو ترے روبرو
ہم بھی کیا کیا نہ بنتے سنورتے رہے، عشق کرتے رہے

یادِ خوش رنگ سے کچھ ایسے اُجالی میں نے
ہجر کی شام بنا لی ہے وصالی میں نے

رختِ پرواز کی آسودگی اوروں کو ملی
عمر بھر جھیلی مگر بے پروبالی میں نے

رنگ جتنے تھے چرا لے گئی دنیا تیرے
جتنی خوشبو تھی مری جان سنبھالی میں نے

دل ملا ہے تری یادوں میں دھڑکنے والا
آنکھ پائی ہے تجھے دیکھنے والی میں نے

تیری تصویر تو کر دے گی تجھے بھی حیراں
رنگ ہی ایسے بھرے آج مثالی میں نے

کوئی دیکھے تو مری آنکھ سے دیکھے اِس کو
ایک بستی جو بسائی ہے خیالی میں نے

SALAM URDU

اے شوق ترے قریۂ مدہوش میں آ کر
اس دل نے کئی عہد کیے جوش میں آ کر

نشہ یہ اتر جائے نہ سب عشق و جنوں کا
تجھ کو بھی بُھلا دوں نہ کہیں ہوش میں آ کر

وہ حال ہوا ہے کہ جو سوچا بھی نہیں تھا
اس خطۂ احسان فراموش میں آ کر

صدیوں کی تھکن پل میں بُھلا دی دل و جاں نے
پایا وہ سکوں دشت کی آغوش میں آ کر

تری زمیں نہ ترے آسماں سے باہر ہوں
میں پھر بھی رونقِ عصرِ رواں سے باہر ہوں

مجھے سمجھتے ہیں سب جس مکان کی رونق
زمانے ہو گئے میں اُس مکاں سے باہر ہوں

مِرا وجود بغاوت کا پیش خیمہ ہے
میں اس لیے بھی تری داستاں سے باہر ہوں

کسی نگاہِ یقیں ساز کا کرشمہ ہے
یہ میں جو ظلمتِ وہم و گُماں سے باہر ہوں

تو کیسے آگ جلائے گی بال و پر میرے
شجر سے دور ہوں جب، آشیاں سے باہر ہوں

لہو میں دوڑتی پھرتی محبتیں ہیں سو میں
خیالِ سود و ملالِ زیاں سے باہر ہوں

وہ دن بھی خوب تھے جب وقت میرا اپنا تھا
میں سوچتا تھا کہ ہر امتحاں سے باہر ہوں

❁❁❁

SALAM URDU

خواب میں ہے نہ کسی خواب کی تعبیر میں ہے
روح کا چین تو بس درد کی جاگیر میں ہے

کتنے چالاک ہیں وہ ، شہر بدر کر کے مجھے
آج کہتے ہیں کہ ہجرت تری تقدیر میں ہے

میرے معمار بھی خفت سے مجھے دیکھتے ہیں
نقص کیا جانیے کیسا مری تعمیر میں ہے

دل زمانوں سے ہے اک ضبط کی چادر اوڑھے
آنکھ مصروف مگر درد کی تشہیر میں ہے

ایک روتے ہوئے منظر سے ملاتا ہے ہمیں
اک بھرا شہر جو ہنستی ہوئی تصویر میں ہے

جانے دیتا ہی نہیں لطفِ اسیری کہیں اور
دل زمانوں سے مقیّد کسی زنجیر میں ہے

SALAM URDU

سراب و خواب کے آزار سے نکل جاؤں
تو کیا میں اپنے ہی گھر بار سے نکل جاؤں

عجیب خواہشیں سینے سے لگ کے روتی ہیں
تو کیوں نہ میں ترے بازار سے نکل جاؤں

یہیں رہوں اسی وحشت سرا میں نوحہ کناں
جو یوں نہیں ہے تو پھر غار سے نکل جاؤں

تری صدا ہو تو در کی طرف بھی کیوں دیکھوں
پڑھوں وہ اسم کہ دیوار سے نکل جاؤں

مجھے مٹانے کا مجھ کو بھی اختیار نہیں
میں سر نہیں ہوں کہ دستار سے نکل جاؤں

کہیں یہ عشق نکما نہ کر دے مجھ کو بھی
سو کیوں نہ فرصتِ بیکار سے نکل جاؤں

❁❁❁

خوش گُماں ہوں کہ بدگُماں ہوں میں
سوئے منزل رواں دواں ہوں میں

دیکھ لیں بولتا سرِ مقتل
جو سمجھتے ہیں بے زباں ہوں میں

ساری رونق تمہارے دم سے تھی
اب تو اُجڑا ہوا مکاں ہوں میں

ہم کبھی ایک ہو نہیں سکتے
اپنے اور تیرے درمیاں ہوں میں

کون ہر شام مجھ میں آتا ہے
کس پرندے کا آشیاں ہوں میں

فاصلہ ختم ہی نہیں ہوتا
اپنی جانب رواں دواں ہوں میں

SALAM URDU

نہ منزلیں ہیں نظر میں نہ رہگزر کوئی
ہمارے جیسا بھی دیکھا ہے دربدر کوئی؟

تُو کِن جہانوں میں رہتا ہے آئنے گُم صُم
مِلا نہ تیری طرح خود سے بے خبر کوئی

جدائی میں یہ خموشی تو جان لیوا ہے
سو آئنے ، تجھے کہتا ہوں ، بات کر کوئی!

میں ہنستے بولتے سب منظروں سے غائب ہوں
مری اُداسیاں دیکھے شجر شجر کوئی

وہ میرے ساتھ نہ ہو کر بھی میرے ساتھ رہا
کہاں مِلے گا مجھے ایسا ہمسفر کوئی

مِرا چراغ حصارِ دعا میں رہتا ہے
اِسی لیے تو ہوا کا نہیں ہے ڈر کوئی

خموش پیڑوں کی حیرانیاں بتاتی ہیں
یہاں سے گزرا نہیں مجھ سے پیشتر کوئی

موج در موج مچلتا ہوا پانی رکھتا
تُو کہ دریا تھا سو دریا سی روانی رکھتا

تیرا کردار مثالی ہی نہیں تھا ورنہ
ہر کہانی سے الگ اپنی کہانی رکھتا

نئے لوگوں نئی دنیا سے شناسا ہو کر
کیسے کمرے میں وہ تصویر پرانی رکھتا

شاعری بول کہ تُو مجھ سے گریزاں کیوں ہے
تُو جو کہتی ترے قدموں میں جوانی رکھتا

اور کچھ روز وہ کرتا یہ چراغاں مجھ میں
اور کچھ روز یونہی شام سہانی رکھتا

میں وہاں تھا تو زمیں پر ہی نہیں تھا جیسے
یاد اُس شہر کی پھر کیسے نشانی رکھتا

کاش ہو سکتا محبت کے لغت میں شامل
لفظ ، وہ لفظ جو بھرپور معانی رکھتا

رہی نہ منصب و جاگیر کی طلب دل میں
یہ فقر و مستی ہے ساری ترے سبب دل میں

جلا کے راکھ نہ کر دے یہ گُل جہان مرا
بھڑک اٹھا ہے جو اک شعلۂ غضب دل میں

ہوا کا خوف رہے گا نہ سازشوں کا ڈر
چلو چراغ جلاتے ہیں کوئی اب دل میں

یہ کس جہاں سے مجھے نیند میں گزارا گیا
کہ خواب جاگ اٹھے ہیں کئی عجب دل میں

نہ دیکھ پائے گا آنکھوں میں اب نمی یہ وقت
ہمارے اشک تو گرتے ہیں دل سے اب دل میں

یہ چشم و لب تو سدا بولتے ہی رہتے ہیں
چھپائے رکھتا ہوں خاموشیاں میں سب دل میں

اِسی فضائے خِرد میں تو خود پہ کُھلتا ہوں
کہ آئنے کی طرح ہے سکوتِ شب دل میں

میں اکیلا ہوں یہاں کوئی نہیں میرے ساتھ
کر گئے ہاتھ سبھی دشت نشیں میرے ساتھ

آسماں دیکھ رفاقت تو اسے کہتے ہیں
بوجھ اٹھا کر مرا چلتی ہے زمیں میرے ساتھ

یہ بھی تو وقت کی جانب سے ہے دلجوئی مری
ایک سے بڑھ کے رہا ایک یقیں میرے ساتھ

ایسا گھر ہوں کہ تری آگ میں جلنا چاہوں
بس یہ ڈر ہے کہ نہ جل جائیں مکیں میرے ساتھ

دل جو اک دشت ہے پھر شہر سا ہو جائے گا
تیری یادیں جو کوئی روز رہیں میرے ساتھ

میں تو دل ہوں یہ سبھی سجدے مرے دَم سے ہیں
جب دھڑکتا ہوں تو جُھکتی ہے جبیں میرے ساتھ

ڈوب جائے گی ترے وہم و گماں کی دنیا
پار جائے گا مرا صِدق و یقیں میرے ساتھ

۞۞۞

کسی غرض کسی غایت سے لوگ دیکھتے ہیں
یہ مت سمجھ کہ عقیدت سے لوگ دیکھتے ہیں

بدل دیا ہے مجھے ہجرتوں کے موسم نے
جدھر بھی جاتا ہوں حیرت سے لوگ دیکھتے ہیں

نجانے تُو نے یہ کیا اِسم پڑھ کے پُھونکا ہے
مری طرف بھی محبت سے لوگ دیکھتے ہیں

دکھائی دیتا ہے سورج بھی آئنے سا اِنہیں
اِسی لیے تو سہولت سے لوگ دیکھتے ہیں

ہر آنکھ پر یہاں تیرا ہی حکم چلتا ہے
سو تجھ کو تیری اجازت سے لوگ دیکھتے ہیں

میں پھر بھی اس کو محبت کا نام دیتا ہوں
مجھے خبر ہے مروت سے لوگ دیکھتے ہیں

تم ایسے کب ہو کہ شمشیر کوئی دیکھے تمہیں
یہ جان لو کسی نسبت سے لوگ دیکھتے ہیں

حرفِ دعا کو لطفِ اثر مِل نہیں سکا
رُکتا کہاں کہ خواب نگر مِل نہیں سکا

تُو بھی ہے میرے جیسے کسی کی تلاش میں
مجھ کو بھی تجھ سا سوختہ سر مِل نہیں سکا

اوروں سے ملنے کی ہے فراغت یہاں کِسے
خود سے بھی میں تو زندگی بھر مِل نہیں سکا

اک آخری تھا خواب ، مرا خوابِ آگہی
اس بار بھی میں خود سے مگر مِل نہیں سکا

ایسے مسافروں کا سفر بھی ہے کیا سفر
تا عمر جن کو زادِ سفر مِل نہیں سکا

صحراؤں سے روز بلاوا آتا ہے
یوں وحشت آثار بنے ہیں خواب مرے

کل تک تھے میری پہچان کا باعث اور
آج مرا انکار بنے ہیں خواب مرے

SALAM URDU

ترے فریب ، تری مہربانیوں سے الگ
میں آج کل ہوں سبھی خوش گُمانیوں سے الگ

بچھڑنے والے بس اتنا بتا کہ تیرے مِرے
ہوئے ہیں راستے کِن بد گُمانیوں سے الگ

میں اُڑ رہا ہوں پروں کے بغیر بھی کب سے
مری کہانی ہے ساری کہانیوں سے الگ

بنائے گی مجھے کندن جلا کے آگ یہی
کرے گا عشق ہی سب رایگانیوں سے الگ

مری زمیں مرا ایسا بھی جرم کیا ہے بتا
کہ پیاس میں بھی رہوں تیرے پانیوں سے الگ

جدا ہوئے بھی تو ایسے کہ ہم جدا نہ ہوئے
میں ہو سکا نہیں تیری نشانیوں سے الگ

دریا ہے نہ دریا سی روانی کوئی مجھ میں
لہراتا ہوا پھر بھی ہے پانی کوئی مجھ میں

تُو جا کے بھی پوری طرح جائے گا نہ مجھ سے
رہ جائے گی جب تیری نشانی کوئی مجھ میں

میں اور جہانوں کا نمائندہ تھا لیکن
لکھتا رہا اک اور کہانی کوئی مجھ میں

تبدیلیء منظر نے بھی بدلا نہیں مجھ کو
آباد رہی شام سہانی کوئی مجھ میں

ہر موڑ پہ ہنستا ہے بڑھاپا کوئی مجھ پر
روتی ہے شب و روز جوانی کوئی مجھ میں

ڈرتا ہوں میں خود بھی یہاں آتے ہوئے تنہا
دل ہے کہ حویلی ہے پرانی کوئی مجھ میں

تجھ لفظ کے ساتھ ایسی بھی نسبت مری کیا ہے
کیوں ڈھونڈتا ہے تیرے معانی کوئی مجھ میں

مِرا یقین گُماں میں بدل نہیں سکتا
کسی طرح یہ شجر پھول پھل نہیں سکتا

ہوائیں آ کے مجھے بار بار کہتی ہیں
ترِا چراغ بہت دیر جل نہیں سکتا

اُسی خیال کی لَو میں ہیں دھڑکنیں دل کی
وہی خیال جو لفظوں میں ڈھل نہیں سکتا

یہ میری چھاؤں گھنی چھاؤں بس یہیں تک ہے
میں پیڑ ہوں سو ترے ساتھ چل نہیں سکتا

وہ تیرے ہجر کا لطف و قرار کیا جانے
جو قطرہ قطرہ مسلسل پگھل نہیں سکتا

تری دعا سے سلامت ہیں حوصلے ورنہ
میں جانتا ہوں کہ طوفان ٹل نہیں سکتا

زمانے بھر سے کرے گا مقابلہ کیسے
جو اپنے سائے سے آگے نکل نہیں سکتا

دل کے دھاگے میں کوئی یاد پرونا میرا
چھین لے مجھ سے نہ سب جاگنا سونا میرا

یہ محبت ہے سو یک طرفہ بھی ہو سکتی ہے
میں ترا ہو گیا ، تُو اب نہیں ہونا میرا

عمر گزری کسی روتے ہوئے بچے کی طرح
توڑ دیتا ہے کوئی روز کھلونا میرا

سارے گھر میں تو نہیں چاہی اجارہ داری
کسی کمرے میں ہی ہوتا کوئی کونا میرا

بس خیالوں میں ہے جب مِلنا بچھڑنا تو پھر
کارِ بیکار ہے ہنسنا کبھی رونا میرا

خواب در خواب یہ دن رات بدل جاتے مرے
تُو اگر ساتھ حقیقت میں کوئی دن رہتا

آئنے بھی تری پہچان کے منکر ہوتے
تُو اگر شہرِ اذیت میں کوئی دن رہتا

SALAMURDU

ہوا کے حکم کی تعمیل ہو رہی ہے یہاں
یہ ہر دیے کی جو تذلیل ہو رہی ہے یہاں

بنا ہوا ہے مِرا دل بھی اک عزا خانہ
بیان درد کی تفصیل ہو رہی ہے یہاں

گزر رہے ہیں یہ کس خواب کے جزیرے سے
ہماری روح بھی تبدیل ہو رہی ہے یہاں

جہانِ شوق میں آ کر میں اِس لیے خوش ہوں
کہ میری ذات کی تکمیل ہو رہی ہے یہاں

ترے گلابوں کو مہکائے گی یہی مٹی
اب آنسوؤں میں جو تحلیل ہو رہی ہے یہاں

سو رایگاں نہ سمجھ گفتگو نگاہوں کی
نئی زبان کی تشکیل ہو رہی ہے یہاں

SALAM URDU

اپنا گھر معلوم نہیں
جاؤں کِدھر معلوم نہیں

منزل دھیان میں ہے تو کیا
راہ گزر معلوم نہیں

اک جیسے کیوں لگتے ہیں؟
شام و سحر، معلوم نہیں

کس رستے پر لکھا ہے
اگلا سفر معلوم نہیں

کِس کا رستہ تکتے ہیں
بام و در معلوم نہیں

آئینے کو اپنی بھی
خیر خبر معلوم نہیں

باہر سے اچھے ہو تم
پر اندر معلوم نہیں

SALAM URDU

رہِ یقین سے ہٹ کے رہِ گُماں پر ہوں
میں پھر بھی سمجھا کسی راہِ جاوداں پر ہوں

یہ کیا کہ جسم سے کٹ کر بھی ہے سفر جاری
کبھی میں دشت کی زینت، کبھی سناں پر ہوں

میں جانتا ہوں دِل وجاں ہیں تیرے ساتھ مرے
تو پھر بھی کیوں میں کسی اور آستاں پر ہوں

یہ تُو کہ وقت نے تبدیل کر دیا ہے تجھے
یہ میں کہ آج بھی قائم اُسی زباں پر ہوں

محبتوں میں کبھی فائدہ نہیں سوچا
میں خوش اِسی لیے اپنے ہر اک زیاں پر ہوں

میں ایسا ابر کا ٹکڑا جو سائے کی صورت
بس ایک تیرے لیے سارے کارواں پر ہوں

❁❁❁

SALAM URDU

ہوائے قریہء غفلت شعار میں کچھ دن
میں کیوں رہا ترِی شب کے حصار میں کچھ دن

اِس ایک ہجر پہ مت ہو اب اتنا رنجیدہ
خسارہ ہوتا ہے ہر کاروبار میں کچھ دن

اجاڑ زرد رتوں میں رہو گے اب کیسے
گزار آئے ہو تم جو بہار میں کچھ دن

SALAM URDU

بس ایک عشق تھا اور اُس کی حکمرانی تھی
نہیں تھا کچھ بھی مرے اختیار میں کچھ دن

تمام عمر کے جس نے دکھائے خواب مجھے
وہ رہ سکا نہ مرے انتظار میں کچھ دن

عزیز ہے یہ ترا ہجر تیرے وصل سے بھی
سو رہنے دے اِسی لطف و قرار میں کچھ دن

SALAM URDU

قریۂ شب سے نمودار مجھے ہونا ہے
تجھ ستارے کا مددگار مجھے ہونا ہے

خود کو لے آنا ہے پہلے کسی بازار کے بیچ
اور پھر اپنا خریدار مجھے ہونا ہے

تیرے دریا کو بھی حد سے نہیں بڑھنے دینا
اپنے رستے میں بھی دیوار مجھے ہونا ہے

جانے کب تجھ پہ کُھلے میری محبت کا فسوں
جانے کب جا کے ثمر بار مجھے ہونا ہے

مجھ سے ایسے نہ گریزاں ہو مرے دشت نشیں
تیری وحشت کا گرفتار مجھے ہونا ہے

مجھ میں جو آئے کرے سیر نئی دنیا کی
اُس کی آنکھوں سا پُراسرار مجھے ہونا ہے

SALAM URDU

یہاں کا دن کوئی اپنا ہے اور نہ رات اپنی
سو اپنے پاس ہی رکھتے یہ کائنات اپنی

میں اپنے ہاتھ سے لکھتا ہوں فیصلے اپنے
ہوئی ہے جب سے شناسائی اپنے ساتھ اپنی

فلک مزاج زمانے کو کون سمجھائے
زمین جانتی ہے ساری خواہشات اپنی

تم ایک بار مِری جاں تو مانگتے مجھ سے
تمہاری مٹھی میں رکھتا یہ کائنات اپنی

زمانے بعد ہوا خود سے رابطہ اپنا
سو آج کل نہیں بنتی کسی کے ساتھ اپنی

یہ کیا کہ اُس میں بھی مجھ کو جہاں نظر آیا
وہ جس کے پیشِ نظر ہے بس ایک ذات اپنی

SALAM URDU

زینتِ خاک نہیں رونقِ افلاک نہیں
وہ ستارا جو سرِ دیدہء نمناک نہیں

ساتھ چلتا بھی ہے اور ساتھ نہیں بھی چلتا
وقت چالاک ہے پر تُجھ سا تو چالاک نہیں

آئنے کو بھی یہاں سچ کی سزا ملتی ہے
کوئی اس عہد سا اس عہد میں سفاک نہیں

لوگ کہتے ہیں جسے ہجر وہی میرے لیے
زہر ایسا ہے کہ جس کا کوئی تریاک نہیں

تُو مرے ساتھ نکل جا کسی ویرانے میں
اپنے ہونے کا اگر کچھ تجھے ادراک نہیں

پھر بھی کیا سوچ کے اترا ہوں میں اس پانی میں
جانتا بھی ہوں کہ شمشیر میں تیراک نہیں

کِھلا ہوا ہے گُلِ محبت یہی بہت ہے
فضائے جاں میں ہے رنگ ونکہت یہی بہت ہے

تمھیں مبارک یہ اپنی مٹی ، یہ خواب و خوشبو
ہمارے حصے میں آئی ہجرت ، یہی بہت ہے

تمہارے تیور یونہی بدلتے رہیں مگر میں
رہوں رہینِ دمِ محبت ، یہی بہت ہے

تِرا تو سب کچھ تِری سپاہِ ستم ہے لیکن
مِرا اثاثہ ہے استقامت ، یہی بہت ہے

وہ ہاتھ صدیوں کے بعد بھی ہاتھ میں ہو جیسے
دلوں میں جاری ہے رسمِ بیعت یہی بہت ہے

میں خیمہء صبر میں بھی خوش اور مطمئن ہوں
جو اس میں ہے ایک لطف و راحت یہی بہت ہے

SALAM URDU

وحشتِ جاں کے یہ اسباب مرے اپنے ہیں
رات اپنی ہے مری ، خواب مرے اپنے ہیں

اب یہ جانا کہ سرابوں سے گزر تھا میرا
میں تو سمجھا تھا کہ احباب مرے اپنے ہیں

تُو نہ ایسے مرے حالات پہ رنجیدہ ہو
شہر اپنا ہے یہ سیلاب مرے اپنے ہیں

خالی ہاتھوں کو نہ دیکھو مری آنکھیں بھی پڑھو
جو خزانے ہیں تہِ آب مرے اپنے ہیں

عین مشکل میں بڑھا دیتے ہیں مشکل میری
کیسے جانوں کہ یہ اعصاب مرے اپنے ہیں

یہ ترا شہر نہیں ہے کہ میں سمٹا ہی رہوں
دشت میں سب ادب آداب مرے اپنے ہیں

SALAM URDU

کارِ اظہار تک رہا محدود
عشق آزار تک رہا محدود

تُجھ کہانی کا ہر انوکھا پن
میرے کردار تک رہا محدود

تُم بھی تو دھوپ میں نکل نہ سکے
میں بھی دیوار تک رہا محدود

دِل غلاموں میں وہ غلام ہے جو
تیرے دربار تک رہا محدود

میں بہت بعد اِس طرف آیا
پہلے اک غار تک رہا محدود

شہر کا حال کیا بتائے ، جو
اپنے گھر بار تک رہا محدود

SALAM URDU

یہی نہیں کہ دعائیں اثر سے خالی ہیں
یہاں تو پیڑ بھی برگ و ثمر سے خالی ہیں

وہ شب گرفتہ جئیں بھی تو کس بھروسے پر
جنہیں خبر ہو کہ راتیں سحر سے خالی ہیں

سنا سکیں گے نہ کوئی نوید منزل کی
یہ روز و شب جو نشاطِ سفر سے خالی ہیں

یہاں کسی میں کوئی عکس تیرے جیسا نہیں
تمام آئنے خُوش کُن خبر سے خالی ہیں

کہیں بھی جاؤں، مرے دشت، یاد رکھتا ہوں
یہ تیری شامیں جو خوف و خطر سے خالی ہیں

تو کیا ہم اُڑنے کی خواہش بھی ترک کر ڈالیں
ہمارے جسم اگر بال و پر سے خالی ہیں

فریبِ رنجِ مسافت میں یاد آتا ہے
ہمیشہ گھر کسی ہجرت میں یاد آتا ہے

اُسی کے سائے سے ہے قریہءِ گماں میں یقیں
جو پیڑ دُھوپ کی شدت میں یاد آتا ہے

خدا سے اپنا تعلق بھی ہے تو بس اتنا
کہ اپنی اپنی ضرورت میں یاد آتا ہے

یہ کون کھینچتا ہے مجھ کو زندگی کی طرف
یہ کون عرصہء وحشت میں یاد آتا ہے

یہ کیا کہ میں بھی زمانے کا ہو کے رہ گیا ہوں
کہ تُو بھی اب مجھے فرصت میں یاد آتا ہے

میں خود کو بُھول کے بھی اس کو بُھول پایا نہیں
وہ پوری شکل و شباہت میں یاد آتا ہے

❁❁❁

رنجِ ویرانی و وحشت سے بچاتے رہنا
تم بچھڑ کر بھی مرے خواب میں آتے رہنا

اک محبت کا صحیفہ ہے یہ تصویر نہیں
زندگی بھر اِسے آنکھوں سے لگاتے رہنا

زندگی یاد تو آئے گا مرے بعد تجھے
ڈوبتے وقت مرا ہاتھ ہلاتے رہنا

درد بچوں کی طرح میں جو تمہیں پالتا ہوں
تم بڑے ہو کے مرا ہاتھ بٹاتے رہنا

عشق آغاز بہت شوق سے کرنا اور پھر
اپنا انجام بھی دنیا سے چھپاتے رہنا

کتنا اندر سے تھا ٹوٹا ہوا شمشیر کوئی
مشغلہ جس کا تھا اوروں کو ہنساتے رہنا